محبت ہی تصوف ہے

پروفیسر شریف حسین قاسمی

حضرت شیخ مخدوم علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش نے تصوف کے مختلف امور پر اپنی بنیادی کتاب 'کشف المحجوب' میں تصوف کے بارے میں مختلف عرفاء کے عقاید ونظریات سے بحث کی ہے۔ اس میں ایک باب عشق ومحبت کے بارے میں بھی موجود ہے۔ تصوف کی جو توجیہات اور تعریفیں اس کتاب میں نظر آتی ہیں ان کا اگر خلاصہ کیا جائے تو اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہیں کہ محبت ہی تصوف ہے۔[۱] کس سے محبت ؟ محبت خالق کائنات سے، محبت اس کی مخلوق سے (انسان دوستی اسی کا ایک حصہ ہے) اور یہی اصل تصوف ہے۔ تصوف کے بارے میں بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ صوفیاء کے تذکرے، عرفاء کے ملفوظات، عرفاں پر نظریاتی مباحث اور اس کا عملی پہلو۔ ان تمام امور پر اہم کتابیں محفوظ ہیں۔ ان کا مطالعہ کیجئے تو پتا چلتا ہے کہ ہمارے عرفاء نے اس کائنات کے خالق سے ٹوٹ کے محبت کی۔ اس کے عرفان کے لئے، اس تک پہنچنے کے لئے ہر وہ طریقہ اپنایا جس کی شریعت نے کسی نہ کسی انداز سے اجازت دی ہے، اسی طرح ہمارے صوفیاء نے خدا کی مخلوق سے بھی والہانہ محبت کی اور اسے عرفان الٰہی کے لئے ایک بنیادی ذریعہ سمجھا۔

عرفاء نے خدا کو اپنی طرف متوجہ کرنے، اس کے بارے میں جاننے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جس جس انداز اور طریقوں سے اس کی عبادت اور ریاضت کی ہے، وہ خدا سے ان کی بے پناہ محبت کا بین ثبوت ہے۔

نمازیں پڑھنا، وظائف پڑھنا اور روزے رکھنا، کلام اللہ کی تلاوت کرنا، یہ سب ان کے معمولات میں شامل تھا۔ ان کاموں اور عبادتوں میں ان کا غلو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ یہ تو عام نوعیت کی عبادات ہیں جو صوفیاء کی زندگی کا معمول رہی ہیں۔ خدا تک رسائی کے لئے بعض عرفائنے ایسی عبادتیں بھی کی ہیں جن کی مشکل ہی سے مثال ملتی ہے۔

ایک بار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے اپنے مرید وخلیفہ شیخ فرید الدین گنج شکر کو چلہ معکوس کا حکم دیا۔ یہ نہایت مشکل عبادت اور انوکھا مجاہدہ ہے۔ یہ سن کر بابا فرید نے خود کو اس مجاہدے کے لئے تیار کیا۔ لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ چلہ معکوس ہوتا کیا ہے آپ شیخ بدر الدین غزنوی

کے پاس گئے اور کہا کہ حضرت مرشد نے مجھے چلہ معکوس کا حکم دیا ہے، مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ چنانچہ شیخ بدر الدین غزنوی نے حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی سے چلہ معکوس کی کیفیت پوچھی۔ شیخ نے جواب دیا کہ چلہ معکوس یہ ہے کہ چالیس روز یا چالیس راتیں پاؤں میں رسی باندھ کر اور کنویں میں الٹا لٹک کر خدا تعالیٰ کی عبادت کرے۔ حضرت بابا نے اُچھ کی مسجدِ حاج میں وہاں کے موذّن خواجہ رشید الدین مینائی کی مدد سے یہ عبادت بھی انجام دی۔ ۲؎

نماز معکوس کے بارے میں سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے تھے کہ شیخ ابوسعید ابو الخیر (جو ایران کے ایک معروف صوفی ہیں) کہا کرتے تھے کہ مجھے جو کچھ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہنچا ہے، میں نے وہی کیا ہے۔ یہاں تک کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ ایک وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز معکوس بھی پڑھی تھی تو میں بھی گیا اور اپنے پاؤں کو رسی میں باندھ کر اور کنویں میں سرنگوں ہو کر، نماز معکوس ادا کی۔ ۳؎

یہاں یہ عرض کر دیا جائے کہ شیخ ابوسعید ابو الخیر ہندوستانی مشائخ چشت میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے ہیں اور ان کی تعلیمات کا اثر چشتی دبستان تصوف پر بڑا گہرا رہا ہے۔

خدا سے انتہائی محبت اور اس کی یاد میں استغراق کا ایک واقعہ اور سن لیجئے:

خواجہ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ذکر الٰہی میں مشغولیت کی جو علامت ظاہر ہوئی وہ یہ تھی کہ آپ نے سونا چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ آپ کبھی بھی بستر نہ بچھاتے تھے۔ ابتدائی زمانے میں نیند زیادہ غالب آجاتی تو کچھ دیر سو رہتے تھے، لیکن آخر میں یہ نیند بھی بیداری سے بدل گئی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں ذرا سی دیر بھی سو لیتا ہوں تو تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ شغل حق کا ذوق اس حد تک پہنچ چکا تھا اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی آپ کی زیارت کے لئے آتا تو اس کو دیر تک انتظار کرنا پڑتا تھا، یہاں تک کہ آپ ہوش میں آتے، آنے والے سے گفتگو کرتے پھر معذرت کر کے اسے رخصت کر دیتے اور دوبارہ ذکر حق میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ۴؎

حضرت محبوب الٰہی نے اسی استغراق کا ایک اور واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ خواجہ بختیار کاکی کا ایک چھوٹا لڑکا تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ لوگ اسے دفن کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں واپس آئے تو بچے کی والدہ کے رونے کی آواز حضرت خواجہ کے کانوں میں پڑی۔ آپ نے دریافت کیا

کہ یہ رونے کی آواز کیسی ہے۔ آپ کو بچے کی وفات کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے اظہار افسوس کیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ افسوس کیسا؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھے اب یاد آتا ہے کہ میں نے کیوں اس بچے کی بقا کے لئے خدا سے التجا نہیں کی۔ اگر میں التجا کرتا تو ضرور اپنی مراد پالیتا۵ یہ تھا خدا کی یاد میں استغراق کا عالم کہ بیٹے کی زندگی اور موت کی بھی خبر نہ تھی۔

خدا سے اس نوعیت کی محبت، اس کا عرفان حاصل کرنے کے لئے عبادات، ریاضت اور مجاہدے، ان کا اثر خود صوفی پر کیا ہوتا ہے؟ اس کی وضاحت اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

خواجہ وقطب الدین بختیار کاکی پر ایک مجلس سماع میں اس شعر پر وجد طاری ہوا۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جانی دیگر است

اسی تحریر ووجد کے عالم میں آپ کو خانقاہ سے گھر لایا گیا۔ آپ چار روز وشب اسی عالم میں رہے اور پانچویں شب میں آپ نے رحلت کی۔ رحلت سے قبل آپ کو ایک حاذق طبیب کو جس کا لقب شمس الدین دلیل تھا، دکھایا گیا۔ طبیب نے آپ کا معائنہ کرنے کے بعد بتایا کہ یہ علامت اس مرض کی ہے جس نے آپ کو آتش محبت میں جلالیا ہے اور جس کا جگر پگھل گیا ہے۔۶ ایسا ہوتا ہے سچی محبت کا اثر محبّ صادق پر۔ مشائخ نے جس طرح خالق کائنات سے ٹوٹ کر محبت کی اسی انداز سے انہوں نے خدا کی مخلوق کے ساتھ بھی شدید محبت کا برتاؤ کیا۔ خدا کی مخلوق میں انسان کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے۔ صوفیائے کرام نے انسانوں سے دوستی کا حق ادا کیا ہے۔ رنگ، نسل، مذہب اور دیگر امتیازات کو نظر انداز کیا اور تمام انسانوں سے محبت کی، ان کی بہبودی کے لئے پیہم جستجو کی، ان کا دل رکھنے کے لئے خود بہت کچھ برداشت کیا تاکہ دوسروں کو اطمینان حاصل ہو، ان کا دل نہ دکھے، وہ خوش رہیں اسی کو حج اکبر سمجھا۔

دل بہ دست آور کہ حج اکبر است

صوفیائے کرام کی زندگی اور تعلیمات پر نگاہ ڈالیے تو ایسے بے شمار واقعات نظر آتے ہیں جن سے مشائخ کی انسان دوستی کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ واقعات اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ صوفیا نے سماج میں ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جس میں تمام انسان بلا امتیاز مذہب وملت صلح وآشتی سے زندگی بسر کرسکیں۔ سعدی نے اس کی بڑی حقیقت افروز توضیح کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

بنی آدم اعضای یکدیگرند کہ در آفرینش زیک گوہر ند

چو عضوی بدرد آورد روزگار دگر عضو ھا را نماند قرار
تو کز محنت دیگران بی غمی نشاید کہ نامت نہند آدمی ۷

یہ آدم کی اولاد، انسانی جسم کے مختلف اعضا اور حصّوں کی مانند ہیں۔ ان کی پیدائش بھی ایک ہی انداز سے عمل میں آئی ہے۔ جس طرح جسم کا ایک حصّہ اگر تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو دوسرے حصے، جنہیں بہ ظاہر کوئی بیماری لاحق نہیں ہوتی، درد محسوس کرتے ہیں۔ اے انسان! اگر تو دوسروں کی تکلیف سے لاپرواہ ہے، دوسروں کے غم تجھے غمگین نہیں کرتے، تو مناسب نہیں کہ تجھے آدمی اور انسان کہا جائے۔

یہ ہے انسان دوستی کہ جس کی تبلیغ صوفیائے کرام نے کی ہے۔

اس سلسلے میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا ایک بیان نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ آپ نے ایک بار عبادت کی دو قسموں کا ذکر کیا۔ ایک لازمی عبادت اور دوسری متعدی عبادت۔ لازمی عبادت نماز ہے، روزہ ہے، ذکات وغیرہ ہے۔ جو یہ عبادتیں کرتا ہے اسی کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ اس کے برخلاف متعدی عبادت خدمت خلق ہے۔ اس کا ثواب تو ملتا ہے لیکن دوسروں کو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہے اور اس کا ثواب زیادہ ہے۔

خدمت خلق کا یہی تصور تھا کہ جس کی وجہ سے ایران میں پانچویں صدی ہجری کے ایک معروف صوفی ابوالحسن خرقانی نے اپنی خانقاہ کے دروازہ پر لکھوادیا تھا کہ: ہر کہ در این سرا در آید، نانش دہید واز ایمانش مپرسید، چہ آن کس کہ بہ درگاہ باری تعالیٰ بہ جان ارزد، البتہ برخوان ابوالحسن بہ نان ارزد ۸

اس سرائے کے دروازے پر جو بھی آئے، اس کے مذہب کے بارے میں دریافت کیے بغیر اسے کھانا پیش کیا جائے، اس لیے کہ جو باری تعالیٰ کی نظر میں اس لائق ہے کہ اسے زندگی عطا کی جائے، وہ البتہ ابوالحسن کے دسترخوان پر کھانے کا مستحق ہے۔

قرآن کریم میں خدا کے اس حکم ''لااکراہ فی الدین'' دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں اور ''لکم دینکم ولی دین'' تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین کی عملی صراحت اسے بہتر اور کیا ہوسکتی ہے؟

یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ مشائخ نے دوسرے مشائخ کی تصانیف اور ان کی تعلیمات پر نگاہ رکھی ہے، ان کا مطالعہ کیا ہے اور بہ وقت ضرورت ان سے نقل واقتباس بھی کیا ہے۔

ابوالحسن خرقانی کا جو قول ابھی نقل کیا ہے، اسے ذہن میں رکھیے اور پھر آٹھویں صدی ہجری کے شیخ جمال الدین احمد کھٹو کے اس ارشاد عالی کو دہرائیے کہ: زنہار طعام از گبر و مسلمان دریغ مدارید و در ایثار آن تا توانید دست بازنکشید و خلق را محفوظ دارید۹ (وہ گبر ہو یا مسلمان، انہیں کھانا کھلانے سے کبھی دریغ نہ کریں اور جہاں تک ہو سکے مذہب کا خیال کیے بغیر سب کو کھانا پیش کرنے میں ہاتھ نہ روکیں اور مخلوق خدا کی حفاظت کریں۔

شیخ جمال الدین احمد کھٹو بابا اسحاق مغربی کے خلیفہ ارشد اور گجرات کے معروف عارف ہیں جن کے احوال اور تعلیمات مرقات الرسولؐ میں محفوظ ہیں۔

جس کا خمیر ہی محبت سے اٹھا ہو، جو سرتاپا محبت ہو، اس سے درشتی اور غیض وغضب کوسوں دور ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کی سختی اور حتیٰ کہ بے ادبی کا بھی محبت سے جواب دیتا ہے۔ انہی شیخ جمال الدین احمد کھٹو نے ایک بار فرمایا کہ میں نے قدیم مشائخ کے بارے میں یہ حکایت پڑھی ہے کہ ان کے ہمسایہ میں ایک ناجنس رہتا تھا۔ اس نے کبوتر پال رکھے تھے جو اس دیوار پر بیٹھتے تھے جو خود شیخ صاحب اور اس کے گھر کے درمیان واقع تھی۔ جب وہ کبوتر اڑانا چاہتا تھا تو دیوار پر بیٹھے کبوتروں پر پتھر مارتا اور وہ پتھر خانقاہ کے صحن میں آگرتا تھا۔ خانقاہ میں موجود درویشوں کو اس پتھر سے چوٹ لگتی۔ اس لیے وہ اس صورت حال سے پریشان اور دکھی تھے۔ ایک روز اس نے پتھر اٹھایا اور کبوتروں پر مارا۔ وہ پتھر شیخ صاحب کے سر پر لگا اور ان کا سر پھوٹ گیا۔ مریدوں نے خیال کیا کہ اب ہمارے شیخ اس کبوتر باز کے حق میں یا تو بدعا کریں گے اور یا حاکم وقت سے اس کی شکایت کریں گے۔ اس اثنا میں انہوں نے ایک درویش کو بلایا، اسے چند دام دیئے اور کہا: جاؤ بازار سے ایک لمبا بانس خرید کر لاؤ۔ وہ بانس لے آیا۔ آپ نے پھر فرمایا: اب یہ بانس ہمسایہ کو لے جا کر دیدو اور کہو کہ آئندہ سے وہ اس بانس سے کبوتر اڑائے۔ درویش ہمسایے کے پاس وہ بانس لے گیا اور جو کچھ شیخ صاحب نے فرمایا تھا وہ اس کے سامنے دہرایا۔ وہ کبوتر اڑانے والا ہمسایہ اپنی نازیبا حرکت پر شرمندہ ہوا، توبہ کی اور شیخ صاحب کے مخلص مریدوں میں شامل ہوگیا۔۱۰

صوفیائے کرام کی نگاہ میں خدمت خلق اور انسان دوستی کا کیا درجہ تھا، اس کے بارے میں ایک واقعہ اور سن لیجئے۔ یہ گجرات ہی سے متعلق ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے ایک بار ایک درویش کے بارے میں فرمایا کہ وہ گجرات گیا تھا۔ اس نے یہ حکایت بیان کی۔:

’’میں جب گجرات میں تھا تو وہاں میں نے ایک واصل باللہ اور صاحب کشف دیوانے کو دیکھا۔ وہ دیوانہ اور میں ایک ہی گھر میں مقیم تھے اور ایک ہی کمرے میں سوتے تھے۔ ایک بار میں حوض پر گیا جس کی حفاظت کی جاتی تھی ۔کسی کو اجازت نہیں تھی کہ وہ اس میں پیر ڈال سکے۔ حوض پر متعین نگہبان سے میری دوستی تھی۔ اس نے مجھے اجازت دیدی کہ میں وضو کرلوں ۔ وہاں کچھ عورتیں آ گئیں ۔ وہ مٹکوں میں پانی بھر کر لے جانا چاہتی تھیں، لیکن چوکیدار نے انہیں اجازت نہیں دی۔ ایک بوڑھی عورت نے درویش سے کہا کہ وہ اس کا مٹکا پانی سے بھردے۔ درویش نے مٹکا بھردیا۔ اور اس طرح دوسری عورتوں کے مٹکے بھی اس درویش نے بھر دیئے۔ وہ چلی گئیں۔ درویش وضو کرنے کے بعد اپنی قیام گاہ پر لوٹ آیا۔ نماز کا وقت تھا۔ اس نے بہ آواز بلند تکبیر کہی۔ دیوانہ، جو سورہا تھا، تکبیر کی آواز سے بیدار ہوگیا اور درویش سے کہا: یہ کیا شور مچا رکھا ہے، کام تو وہی تھا کہ جو تونے ان عورتوں کے مٹکے پانی سے بھرے تھے۔[11] یعنی دوسروں کے کام آنا مخلوق خدا کی دستگیری کرنا عبادت سے کم نہیں ۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے یہ واقعہ ۱۴ ۷ ر میں بیان کیا تھا جب گجرات پر خلجی بادشاہوں کی حکومت تھی۔

یہ اور ایسے ہی دیگر بے شمار واقعات اور حکایات تصوف سے متعلق کتابوں میں نظر آتے ہیں، جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خدا سے سچی محبت کے بغیر عبادت بے معنی اور خدا کی مخلوق سے خلوص محبت بغیر تصوف ادھورا ہے۔

حوالے:

۱۔ کشف المحجوب ، شیخ علی ہجویری ، اردو ترجمہ وقار علی بن مختار علی، مکتبہ تھانوی ، دیوبند ، یوپی ص ۳۵ ۳، ۳۷۳

۲۔ سیر الاولیاء ، امرخورد کرمانی ، اردو ترجمہ اعجاز الحق قدوسی ، مرکزی اردو بورڈ ، لاہور، ۱۹۸۰، ص ۱۶۱

۳۔ ایضاً ،ص ۱۶۲ ۴۔ ایضاً ،ص ۱۳۳ ۵۔ ایضاً ،ص ۱۳۳ ۶۔ سیر الاولیاء ،ص ۱۴۳

۷۔ یہ اشعار سعدی کی گلستان سے ماخوذ ہیں۔

۸۔ نور العلوم از شیخ ابوالحسن خرقانی ، انتشارات کتابخانۂ بہجت ،تہران، ۱۳۶۳،

۹۔ ثمرات القدس من شجرات الانس، میرزا لعل بیگ لعلی بدخشی ،تہران، ۱۳۷۶، ص ۸۸۰

۱۰۔ ایضاً ،ص ۹۸۳ ۱۱۔ فوائد الفواد، حسن سنجری ،تہران، ۱۳۷۷، ص ۲۰۹

(بقیہ: حوالے، ارشاد الطالبین)

حوالے:

۱۔دو یونیورسٹی ذخیرے میں (نمبر ۳۲/۷، اور ۱۷۱) اور دو ذخیرہ سلیمان میں (نمبر ۱۱/ ۱۱۱ اور ۱۲/ ۱۱۲) اور ایک نسخہ ذخیرہ سبحان اللہ (نمبر ۷/۷، ۲۹۷) میں ہے۔

۲۔ذخیرہ سلیمان میں محفوظ ارشاد الطالبین'' کے نسخہ (نمبر ۱۱/ ۱۱۱) میں آپ کے والد کا نام یہی درج ہے۔'' نزہۃ الخواطر'' کے مصنف نے غلطی سے محمد تھانیسری لکھ دیا ہے حالانکہ اصلاً یہ ان کے چچا کا نام ہے، جیسا کہ خود شیخ جلال نے اپنے رسالہ'' دربیع اراضی'' ذخیرہ شیفتہ (نمبر ۲۴/ ۲۶ ورق ۷ب) میں لکھا ہے۔

۳۔شیخ کی مکمل سوانح کیلئے ملاحظہ ہو اعجاز الحق قدوسی کا تذکرۂ شیخ عبد القدوس ، پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی، کراچی۔

۴۔مکتوبات قدوسیہ، دہلی، ۱۳۰۷ھ،مکتوب نمبر ۱۷۲، ص ۳۳۹۔

۵۔بدایونی منتخب التواریخ، ص ۵

۶۔ ابو الفضل، اکبر نامہ،کلکتہ، ۱۸۸۶ء، جلد سوم، ص ۳۴۱۔۳۴۲،معتمد خان، اقبال نامہ جہانگیری، لکھنؤ، ۱۲۶۱ھ،ص ۳۴۵۔

۷۔آپ کی پیدائش کا سال مذکور نہیں ہے۔آپ کی عمر سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، گرچہ اس میں بھی اختلاف ہے۔کہیں ۱۱۰، کہیں ۹۶، کہیں ۹۵ اور کہیں ۹۳ لکھا ہے۔

۸۔غوثی شطاری، گلزار ابرار (مخطوطہ) ورق ۲۷۳ ب

۹۔اس کا ایک نسخہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، کے ذخیرہ شیفتہ میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو'' فقہ عربیہ'' نمبر ۲۴/۲۶۔اس تصنیف کے تنقیدی مطالعہ کیلئے ملاحظہ ہو میرا مقالہ'' اراضی ہند کی شرعی حیثیت عہد مغلیہ کے علماء کی نظر میں'' برہان (دہلی)، مارچ ۱۹۸۴ء، ص ۷۔۲۳۔

۱۰۔نسخے کیلئے ملاحظہ ہو کیٹلاگ، انڈیا آفس لائبریری، ۱۹۲۴ء (۸) اور اسٹوری جلد ا، حصہ ۲، ص ۱۷۔

۱۱۔ مثال کے طور پر' اخبار الاخیار' ص ۲۲۵؛'' گلزلار ابرار'' (مخطوط) ورق ۲۷۳ ب، انوار العارفین، ص ۳۶۴۔' الثقافۃ الاسلامیہ' ص ۲۷۹۔

۱۲۔محمد اختر ڈبائیوی۔، تذکرہ علمائے ہند، دہلی، ۱۹۰۶ء، ص ۶۱۔۶۲

۱۳۔ذخیرہ سلیمان کے ایک مخطوطہ میں (نمبر ۱۱/۱۱۱، ورق ۱ (ب) اس کی وضاحت ملتی ہے۔

۱۴۔ان کے رسالے کی روشنی میں شیخ جلال کے خیالات کے تفصیلی مطالعے کیلئے ملاحظہ ہو، میرا مقالہ جو 'برہان' (دہلی) مارچ ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا تھا۔